فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا کی لطیف تشریح

تقویٰ سمجھنے کیلئے پہلے فجور کا شعور ضروری ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۹ / دسمبر ۱۹۸۸ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:۔

دنیا میں جتنے بھی علوم اوران کے شعبے ہیں وہ ترقی کرتے ہوئے ایک دوسرے کے قریب تر ہوتے چلے جاتے ہیں اور بظاہر آغاز میں ان کا ایک دوسرے سے کوئی واضح اور گہرا تعلق دکھائی نہیں دیتا لیکن جب ان پر انسان غور کرتا ہے اور مزید معلومات حاصل کرتا چلا جاتا ہے اوران معلومات کو ترتیب دیتا چلا جاتا ہے تو رفتہ رفتہ وہ علوم ترقی کرتے ہوئے پہاڑوں کی چوٹی کی طرح بلند ہو جاتے ہیں اور پہاڑوں کی چوٹیوں کی طرح بلند ہوتے ہیں اور وہ چوٹیاں ایک دوسرے سے ملنے لگتی ہیں۔

سائنسی اصطلاح میں مختلف مضامین پہ غور وفکر کے نتیجے میں یہ آپس کا علمی اتحاد ایک ایسی چیز ہے جسے کوئی ذی شعور نظر انداز نہیں کرسکتا۔ چنانچہ فزکس اور حساب دو الگ الگ مضمون ہیں ایک فرضی علم ہے یعنی حساب اس کا ہندسوں سے اور تصورات کی دنیا سے اور منطقی دنیا سے تعلق ہے اور فزکس مشاہدہ کا نام ہے اور ایک خاص قسم کے زاویہ نظر سے بعض خاص امور میں مشاہدہ کا نام ہے۔ کیمسٹری بھی مشاہدے کا نام ہے اور ایک خاص طرز نگاہ کے ساتھ بعض خاص حصوں کے مشاہدے کا نام ہے یعنی مادے کے بعض خاص حصوں کے اس کے خاص طرز عمل کے مشاہدے کا نام ہے۔ یہ الگ الگ مضامین ہیں۔ بیالوجی ایک اور الگ مضمون ہے وہ بھی زاویہ نظر بدلتا ہے۔ اگر چہ ان سب علوم میں جو

مادی دنیا کے مشاہدے کے علوم ہیں ایک علم دوسرے کے اندر سرایت کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے اور کوئی مادہ بھی بعینہٖ کسی ایک مضمون سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ ہر مادہ فزکس کے بعض مظاہر بھی اپنے اندر رکھتا ہے اور کیمسٹری کے بعض مظاہر بھی اندر رکھتا ہے اور ضروری نہیں کہ بیالوجی کے بعض مظاہر اپنے اندر رکھے لیکن بعض مادے بیالوجی کے بعض مظاہر بھی اپنے اندر رکھتے ہیں۔ لیکن جوں جوں آپ ان علوم میں ترقی کرتے چلے جائیں آپ یہ محسوس کرتے چلے جاتے ہیں کہ ایک کا دوسرے سے تعلق زیادہ گہرا اور اٹوٹ ہے یہاں تک کہ آخری سطح پہ جا کر ہر چیز ایک دکھائی دینے لگتی ہے۔

آئن سٹائن نے جو فیلڈز کی وحدت کا تصور پیش کیا اور جس پہ ڈاکٹر عبدالسلام صاحب نے بھی بہت کام کیا وہ بھی دراصل اسی وحدت کے تصور کا ایک اظہار ہے۔ مختلف علوم کی وہاں بحث نہیں کی گئی لیکن یہ بحث اٹھائی گئی ہے کہ دنیا میں چار بنیادی طاقتیں ہیں جن سے تمام علوم پیدا ہوتے ہیں یعنی وہ چونکہ محرکات ہیں اور تمام کائنات میں وہ چار قوتیں ایسی ہیں جن کے آپس کے ردعمل سے یا مادے کے ساتھ ان کے ردعمل کے نتیجے میں مختلف چیزیں ظہور میں آتی ہیں۔ تو کائنات کے جتنی بھی مناظر ہیں مادے کی جتنی بھی شکلیں اور ان کی طرز عمل ہیں وہ ساری چیزیں ان چار قوتوں کے ساتھ متعلق ہوتی ہیں اور یہ چار قوتیں سائنسدانوں کے نزدیک دراصل چار نہیں بلکہ ایک ہی قوت کے مختلف مظاہر ہیں۔ تو بالآخر توحید کامل تک انسان پہنچ جاتا ہے اور کسی زاویۂ نظر سے بھی مشاہدہ کریں کائنات کا، خدا کی مخلوقات کا بالآخر توحید تک پہنچنا ایک لازمی امر ہے۔ ان کو ابھی رستے معلوم نہیں ہو سکے کہ چار قوتوں کے تین ہونے کی سمجھ تو آچکی ہے، تین کے دو ہونے کی ابھی نہیں آئی۔ دو ایک کیسے سمجھی جائیں گی اس کا بھی ابھی تک پتا نہیں چلا لیکن یہ یقین ہے کہ آخری صورت میں ایک ہی قوت ہے جو کارفرما ہے باقی سب اس کے مختلف مظاہر ہیں۔

دینی علوم میں بھی یہی حال ہے۔ دین کی ہر شاخ، دین کا ہر پہلو اگر آپ نظر غائر سے دیکھیں، تدبر اور فکر کی نگاہ سے غور کریں تو وحدت کی طرف لے کر جاتا ہے اور اس میں بھی مختلف منازل آپ کو دکھائی دیں گی، مختلف مقامات ہیں اور درجے ہیں۔ جوں جوں کوئی دینی علم یا کسی دینی شعبہ کے علم کا آپ کو زیادہ ادراک ہوتا چلا جائے گا، زیادہ گہری نظر عطا ہوتی چلی جائے گی۔ آپ یہ دیکھیں گے کہ وہ آپ کو دراصل توحید کی طرف لے کر جا رہا ہے۔ سب سے اہم Study کہنا

چاہئے ، اردو میں مطالعہ کہتے ہیں سب سے اہم مطالعہ تقویٰ کا ہونا چاہئے کیونکہ **تقویٰ سارے دین کی جان ہے** اور تقویٰ خود اس وحدت کا نام ہے جو دینی علوم بالآخر اختیار کرتے ہیں۔کوئی دینی علم، کوئی دینی علم کا شعبہ ایسا نہیں جو بالآخر آپ کو تقویٰ تک نہ پہنچائے اور تقویٰ آپ کو لازماً وحدت کی طرف لے کر جاتا ہے اور جوں جوں تقویٰ ترقی کرتا ہے غیر اللہ کے تمام نشان مٹاتا چلا جاتا ہے اور بالآخر خدائے واحد کے سوا اور کوئی چیز کائنات میں باقی نہیں رہتی۔اس لحاظ سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تقویٰ پر اتنا زور دیا ہے کہ جہاں تک میرا علم ہے تمام گزشتہ علماء اور فقہاء نے مل کر بھی تقویٰ پر اتنا زور نہیں دیا جتنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی اسّی (۸۰) سے کچھ زائد کتب میں تقویٰ کے مضمون پر زور دیا اور بار بار اس کو مختلف پہلوؤں سے جماعت کے سامنے رکھا۔

میں تقویٰ کے سلسلے میں آج ایک خاص نقطۂ نگاہ سے دو تین امور آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔تقویٰ ایک تو وہ ہے جو دینی علوم کے مطالعہ سے حاصل ہوتا ہے اور ایک تقویٰ وہ ہے جو انسانی فطرت میں نقش کر دیا گیا ہے اور اس تقویٰ کے حوالے کے بغیر آپ اگلا سفر نہیں کر سکتے۔اس لئے جب تک پہلے آپ کے دل کے اندر تقویٰ پیدا نہ ہو یعنی دل کا تقویٰ آپ کو معلوم نہ ہو کہ وہ کیا ہے اور جب تک آپ اس دروازے سے اگلی راہ میں داخل ہونے کی کوشش نہ کریں تقویٰ کی تمام راہیں آپ پر بند رہیں گی۔قرآن کریم فرماتا ہے کہ صرف انسان ہی نہیں بلکہ ہر ذی روح کو ہم نے تقویٰ بخشا اور اس کے ساتھ اس کے فجور کی راہیں بھی اس پر روشن کر دیں۔جیسا کہ فرمایا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا (الشمس:۹) ہم نے ہر ذی روح پر، ہر نفس پر تقویٰ کا بھی الہام کیا اور اس کے فجور کا بھی الہام کیا۔یعنی ہر ذی روح کی فطرت میں تقویٰ کی راہیں بھی نقش کر دی گئیں جو انمٹ ہیں اور فجور کا علم بھی نقش کر دیا گیا جو انمٹ ہے۔اس پہ انسان مخصوص اور الگ نہیں ہے بلکہ دراصل انسان کو تقویٰ کے جس مقام تک خدا نے پہنچایا ہے اس کے لئے ایک بہت لمبا تیاری کا سفر تھا جو حیوانی زندگی کے ذریعے انسان نے اپنی ادنیٰ حالتوں میں اختیار کیا اور پھر جب انسان کے مقام پر زندگی پہنچی تو اس وقت تک یہ تقویٰ نہ صرف گہرے طور پر نقش تھا بلکہ ترقی کرتا رہا ہے اور وسیع تر ہوتا چلا گیا ہے اور اس کو عام دنیا کی اصطلاح میں عقل کہا جاتا ہے اور عقل اور سچائی ان دو کا جو جوڑ ہے ان دو کا ایک دوسرے کے ساتھ جو گہرا رابطہ ہے اور ایک دوسرے سے ترقی کرتے ہیں یہی

مضمون ہے جوانسانی زندگی تک پہنچ کر خوب کھل کر روشن ہو جاتا ہے۔

حیوانی زندگی میں بھی یہ مضمون کارفرما ہے لیکن باشعور طور پر نہیں۔ سوائے بعض استثنائی مثالوں سے ان صورتوں میں بھی ہم یہ نہیں کہہ سکتے کے بالارادہ طور پر کسی جانور نے جھوٹ بولا ہے مگر حیوانی دنیا میں آپ کو بعض استثنائی صورتوں کے جہاں جھوٹ کا دھوکا معلوم ہوتا ہے جانوروں کی دنیا میں آپ کو کہیں جھوٹ دکھائی نہیں دے گا اور جانوروں کی دنیا میں جو تقویٰ ان کی فطرت پر رسم ہے، خدا تعالیٰ کی طرف سے مرتسم ہو چکا ہے اس کی مثالیں زندگی کے ہر شعبے میں ہر طرف بکھری پڑی ہیں اور بے انتہا ہیں۔ تقویٰ سے مراد ہے (یہاں اس اصطلاح میں) کہ جو چیز تمہارے لئے بہتر ہے اس کو اختیار کرو جو چیز تمہارے لئے بد ہے اس کو چھوڑ دو۔ جو چیز تمہارے لئے مفید ہے اسے لے لو، جو چیز تمہارے لئے مضر ہے اس سے اجتناب کرو۔ اب آپ یہ دیکھیں کہ بیشمار زندگی کی قسمیں ہیں جن میں جراثیم ہی اتنی زیادہ قسموں کے ہیں کہ ان کا کوئی آپ شمار نہیں کر سکتے اور اسی طرح Insects ہیں ان کی بیشمار قسمیں اور بے حساب ان کے اندر ہر قسم میں اندرونی تبدیلیاں ہیں یہاں تک کہ پھر Individual یعنی ایک شخصیت ایک علیحدہ حیثیت سے ابھرتی ہے۔ ان سب پر قرآن کریم کی اس آیت کا بلا استثناء اطلاق ہوتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک کو معلوم ہے کہ میرا تقویٰ کیا ہے اور میرا فجور کیا ہے۔ پہلے دن جو بطخ کا بچہ تالاب میں نکلتا ہے اس کو بھوک لگتی ہے اور وہ منہ مارتا ہے چیزوں پر لیکن کس چیز نے اس کو سمجھایا ہے اور بتایا ہے کہ کون سی چیز کھانی ہے اور کون سی نہیں کھانی۔ وہ بھوکا ہے اس سے زیادہ اس کو کچھ پتا نہیں لیکن از خود وہ جو چیزیں اس کے لئے مفید ہیں ان کو پکڑتا چلا جاتا ہے، جو چیزیں مفید نہیں ان کو رد کرتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تو پھر بھی دماغ کا شبہ کیا جا سکتا ہے کیونکہ کچھ نہ کچھ دماغ تو ہے اگر چہ اس دماغ کی کوئی تربیت نہیں ہوئی کمپیوٹر ہے بغیر پروگرام کے۔ سوائے اس کے کہ جو پروگرام اس کے اندر داخل ہے اس پروگرام کو سکھانے والا اور اس کو استعمال کرنے والا باہر کا کوئی وجود نہیں ہے جس نے اس کی تربیت کی ہو۔

ہر بچہ جو پیدا ہوتا ہے اس کو اپنی غذا کا، میرے لئے کون سی چیز مفید ہے کون سی نہیں مفید اس کا علم ہوتا ہے لیکن وہ چیزیں جن کا دماغ ہی کوئی نہیں ہے مثلاً Worms ہیں۔ بعض کیڑے مکوڑے ہیں جو صرف ایک لوتھڑا سا ہیں اور ان کے اندر یوں معلوم ہوتا ہے کہ سوائے معدے کے نظام کے کوئی

بھی نظام اور موجود نہیں۔ان میں سے بعض ایسے ہیں جن کی آنکھیں بھی کوئی نہیں، کان بھی کوئی نہیں اور ان سب کو پتا ہے کہ ہم نے کیا کھانا ہے اور کیا رد کرنا ہے۔ وہ منہ مارتے ہیں ہر چیز پر پھر وہ ایک لمبی سی ٹیوب سے وہ چیز، ذرہ گزرتا چلا جاتا ہے۔جس چیز کو رد کرنا ہو اس کو اسی طرح وہ باہر پھینک دیتے ہیں۔جس چیز کو اختیار کرنا ہو اس کو وہ قبول کر لیتے ہیں۔

تو کائنات میں خدا تعالیٰ نے جو عقل اور سچائی ودیعت فرمائی ہے اس کے اتنے مظاہر ہیں کہ ان کا کوئی شمار ممکن نہیں ہے۔یہی وہ چیز تقویٰ ہے جس سے ترقی کرنی شروع کی اور اسی تقویٰ کے نتیجے میں عقل وجود میں آئی ہے۔اسی لئے ان جانوروں کی مثال سے ہٹ کر میں نیچے اتر آیا جہاں ابھی عقل پیدا نہیں ہوئی تھی۔ان جانوروں کی باتیں شروع کیں تا کہ آپ کو معلوم ہو کہ درحقیقت تقویٰ کا آغاز سچائی سے اور اس بات کے شعور سے ہوتا ہے کہ کون سی چیز اچھی ہے اور کون سی بری ہے۔ جب یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے کے ساتھ عمل کرتی ہیں اور تجربہ وسیع ہونے لگتا ہے۔تو ایک بہت ہی لمبے عرصے میں رفتہ رفتہ ترقی کرتے کرتے زندگی انسان کی منزل کی طرف حرکت کرتی ہوئی آخر وہاں پہنچ جاتی ہے اور وہاں پہنچ کر وہ انسان پیدا ہوتا ہے جس کو پھر خدا اگلے سبق دینے کے لئے الہام کی دوسری شکلیں اس پر نازل فرماتا ہے اور دین میں اور ان باتوں میں جو موت کے بعد کی زندگی سے تعلق رکھتی ہیں ان باتوں میں اسے تقویٰ اور اس کے فجور سمجھائے جاتے ہیں۔اب انسانی تجربہ دراصل انسانی عرصۂ حیات تک محدود نہیں ہے جیسا کہ میں نے آپ کے سامنے کھول کر رکھا ہے۔ انسانی تجربہ تو دراصل حیوانی زندگی کے آغاز سے شروع ہوا ہے اور اربوں سال تک انسان کو اس نالی میں سے گزارا گیا ہے تا کہ وہ سیدھا ہو جائے۔جس طرح بندوق کی نالی جتنی لمبی ہو اتنی دیر تک گولی سیدھی راہ پہ چلتی ہے، سیدھے رستے پر چلتی ہے۔جتنی چھوٹی ہو اتنی گولی جلدی اپنی راہ سے بدک جاتی جاتی ہے۔اسی طرح قرآن کریم کی اس آیت نے ہمیں بتایا کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو سیدھا کرنے لئے اتنی لمبی نالی بنائی، اتنی لمبی نالی بنائی کہ ساری انسانی زندگی اس نالی سے نکلنے کے بعد یوں لگتا ہے جس طرح کروڑوں میل کی نالی سے نکلنے کے بعد صرف ایک گز باقی زندگی رہ گئی تھی اور انسان کا کمال دیکھیں کہ وہیں سے اس نے کجی شروع کر دی۔ چنانچہ اس آیت کا اگلا حصہ فرماتا ہے کہ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۞ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۞ (الشمس: ۱۰-۱۱) اتنے لمبے انتظام کے

بعد، اتنی تیاریوں کے بعد جب آخر انسان کی منزل پہنچی اور جب ہم نے براہ راست اسے الہام کرنا شروع کیا اور اسے بتایا کہ دیکھو جسے ہم تقویٰ کہتے ہیں اسی میں تمہاری فلاح ہے اور تمہاری فجور بھی ہم نے تمہیں بتادئے ہیں جن کو ہم فجور بتائیں گے ان سے بچنے میں تمہاری فلاح ہے۔ اس کے باوجود وہ تقویٰ کی طاقتوں کو دباتا ہے اور فجور کی طاقتوں کو ابھارتا ہے۔ جس نے ایسا کیا وہ ذلیل ورسوا ہوا اور جس نے اس کے برعکس کام کیا وہ لازماً کامیاب ہوا۔ تو وہ تقویٰ جس کا قرآن کریم ذکر فرماتا ہے اس کا آغاز تو اربوں سال پہلے سے ہوا تھا اور جب تک اس تقویٰ میں زندگی بے اختیار تھی، مجبور تھی، اس تقویٰ کو اختیار کرنے پر وہ مسلسل ترقی کرتی رہی ہے۔ جب زندگی نے اپنے اختیار سے کام لے کر اس تقویٰ کی راہ کو چھوڑا ہے تو پھر اس کا آخری مقام زندگی کے آغاز کے مقام سے مل جاتا ہے۔ چنانچہ سورۃ التین میں قرآن کریم نے اسی مضمون کو بیان فرمایا کہ ہم نے تو انسان کو بہترین تقویم سے پیدا فرمایا تھا لیکن دیکھو یہ کیسا ذلیل اور رسوا ہو گیا کہ اپنی گراوٹ کے انتہائی مقام پر لوٹ گیا۔ یعنی مطلب یہ ہے کہ جہاں سے اس کا سفر شروع ہوا تھا اسی مقام تک واپس چلا گیا جو کچھ سیکھا تھا سب کچھ بھلا دیا۔

اس لئے تقویٰ کا لفظ کوئی معمولی لفظ نہیں ہے اس پر بڑے گہرے غور اور تدبر کی ضرورت ہے اور جیسا کہ میں نے ایک خطبہ میں بیان کیا تھا۔ فجور سے واقفیت ضروری ہے ورنہ تقویٰ کا مفہوم سمجھ نہیں آسکتا۔ قرآن کریم نے ان دونوں باتوں کو اکٹھا پیش فرمایا ہے۔ فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوٰىهَا اور لطف یہ ہے اس آیت کی فصاحت اور بلاغت کا یہ کمال ہے کہ اگرچہ خدا تعالیٰ قرآن کریم میں بالعموم یہ طریق اختیار فرماتا ہے کہ حسن کا پہلے ذکر کرتا ہے اور قبح کا بعد میں، اچھائی کا پہلے اور برائی کا بعد میں۔ لیکن یہاں فرمایا فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوٰىهَا ہم نے اس کے فجور بھی اس پر الہام کئے اور اس کا تقویٰ بھی اس پر الہام کیا۔ مطلب یہ ہے کہ جب **تک پہلے فجور کی واقفیت نہ ہو حقیقت میں انسان تقویٰ کے مفہوم اور تقویٰ کی سچی روح کو پا نہیں سکتا۔**

اسی لئے میں نے اس بات پر زور دیا تھا کہ انسان کو اپنی معرفت بڑھانے کے لئے فجور کے او پر غور کرنا چاہئے، ان باتوں پر غور کرنا چاہئے جو اسے ہلاکت کی طرف لے کر جاتی ہیں۔ مادی زندگی میں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ طب کا شعبہ ہے مثلاً اس میں انسانی زندگی کے جتنے خطرات ہیں اگر آپ ان کا مطالعہ کریں تو آپ حیران ہوں گے کہ بے انتہا فجور ہیں۔ جب تک ہر قدم پر پیش آنے والے فجور کی کسی

قسم سے آپ واقف نہیں ہوں گے آپ صحیح قدم نہیں رکھ سکتے۔اتنی قسمیں ہیں ہلاکت کی اور موت کی اتنی زیادہ شکلیں ہیں اور ہر لمحہ، ہر سانس میں موت کی بے شمار شکلوں سے ہمیں واسطہ پڑتا ہے کہ جب تک ہم ان سے باخبر نہ ہوں اس وقت تک ہمارے زندہ رہنے کا کوئی امکان نہیں ہے۔

اب یہاں بھی فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوٰهَا کا ایک نہایت ہی حسین منظر ہمیں دکھائی دیتا ہے جو انسانی زندگی پر اطلاق پاتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔حیوانی زندگی پر بھی اسی طرح اس کا اطلاق ہوتا ہے۔خدا تعالیٰ نے ہمارے شعور کے بغیر ہمارے جسم کے ہر ذرے میں اس کے فجور کا الہام کر رکھا ہے اور جسم از خود اس فجور کو رد کرتا چلا جاتا ہے اور تقویٰ کا جو الہام کر رکھا ہے لیکن اگر فجور اس کو رد نہیں کر سکتا تو اس کا تقویٰ بالکل بے معنی اور بے حقیقت ہو کر رہ جاتا ہے۔

تقویٰ کی مثال یہاں مثبت رنگ میں غذا سے لے سکتے ہیں۔انہضام کا نظام ہے،غذا کھانا اور اس کو جسم میں ہضم کرنا اور اس کو صالح خون کا حصہ بنانا۔اب آپ یہ دیکھیں کہ ایک صحت مند آدمی بھی غذا کھا رہا ہوتا ہے اور اس کو جزو بدن بنا رہا ہوتا ہے،ایک صالح خون اس سے بن رہا ہوتا ہے۔ لیکن ایک بیمار آدمی ہے وہ بعض دفعہ غذا کھانا تو درکنار غذا کے تصور سے بھی گھبراتا ہے اور اگر کھاتا ہے تو بیکار جاتی ہے۔اس لئے کہ بیمار آدمی کی شکل ایسی ہے کہ اس نے فجور سے اپنا تعلق نہیں توڑا، جو کسی فجور میں سے کسی ایک جرم میں مبتلا ہو چکا ہے،کسی ایک آفت کا شکار ہو گیا ہے اور وہ لاکھوں کروڑوں احتمالات میں سے صرف ایک احتمال ہوتا ہے۔مثلاً اسے گردے کی کوئی تکلیف ہوگئی ہے، جن جن باتوں سے گردے کی حفاظت ہونی چاہئے اس کا بھی اندرونی ایک نظام موجود ہے اور اتنا وسیع ہے کہ اگر اسی پر آپ غور شروع کریں تو آپ حیران ہوں گے دیکھ کر کہ بڑے بڑے صاحب علم وعقل محققین نے بڑی بڑی کتابیں، ضخیم کتابیں اس مضمون پر لکھی ہیں اور وہ ساتھ اقرار کرتے ہیں کہ یہ مضمون تو ہمارے علم کی حد سے ابھی بہت آگے ہے اور ہم اس کا احاطہ نہیں کر سکتے۔مستقل تحقیق جاری ہے کہ گردہ کیوں کام کرتا ہے، کس طرح کام کرتا ہے، کیا کیا اس میں خطرات پیدا ہوتے ہیں۔ ہر بیماری کے جو علل ہیں، جو وجوہات ہیں وہ کتنی ہیں، کیا کیا ہیں، کس طرح کام کرتی ہیں۔ابھی تک تو اس مضمون کا ایک معمولی سا حصہ انسان کو سمجھ آیا ہے۔تو کسی ایک طرف سے فجور میں سے کسی نے حملہ کر دیا اور آپ کا سارا تقویٰ بیکار چلا گیا انسانی جسم نے غذا کھانی بند کر دی یا غذا کھائی تو اس کا جسم کو لگنا

بند ہو گیا، وہ مسلسل گھلنا شروع ہو گیا۔ اس کی وہ غذا کے حصے جو جزو بدن بن چکے تھے وہ بھی پگھل پگھل کر باہر آنے لگ جاتے ہیں۔ گردے کی ایک بیماری سے یا خون جاری ہونا شروع ہوتا ہے تو آپ کسی طرح اس کو بند نہیں کر سکتے۔ ڈاکٹر عاجز آ جاتے ہیں۔ آپریشن کرتے ہیں پھر بھی چارہ نہیں ہوتا یہاں تک کہ انسان، کئی بیمار اچھے بھلے پیدا ہوئے ہوئے خون کو بھی گردہ کے ذریعے کھو دیتے ہیں۔ جس کا کام تھا کہ فجور کو باہر نکالے اور تقویٰ کو سنبھالے۔ تو خود چونکہ فجور میں مبتلا ہوا اس لئے اب اس کام کا اہل نہیں رہا۔ اس بیماری کی تفصیل یہ بنتی ہے کہ وہ گردہ جس کو خدا نے فجور کو یعنی ٹاکسینز (Toxins) کو نکالنے کے لئے اور تقویٰ کو سنبھالنے کے لئے پیدا فرمایا تھا وہ خود ہی بیمار ہو گیا اور اس نے ٹاکسینز (Toxins) کو سنبھالنا شروع کر دیا اور تقویٰ کو نکالنا شروع کر دیا۔ Albuminuria کی بیماری ہوا کرتی ہے ایک جس میں انسانی جسم کی Albumin نکلنے شروع ہو جاتے ہیں پیشاب کے رستے۔ وہ بھی یہی چیز ہے۔ بعض ایسی بیماریاں ہیں ان میں Naphritous کے نتیجے میں جو پیدا ہوتا ہے Albuminuria اس کا کوئی علاج ڈاکٹر کہتے ہیں ہمارے پاس نہیں ہے اور ایسی صورتوں میں گردہ ہمیشہ برعکس کام کرتا ہے اس چیز کے فجور کی حفاظت کرتا ہے اور تقویٰ سے بچتا ہے۔ انسان بھی جو فجور کا شعور کھو دیتا ہے اس کا یہی حال ہو جاتا ہے اور اس کا تقویٰ بھی ختم ہو جاتا ہے اور بسا اوقات بالکل یہی نظارہ آپ انسانی زندگی میں دیکھیں گے کہ وہ تقویٰ سے بھاگتا ہے اور فجور کو اپنا لیتا ہے۔ قرآن کریم نے اس کی مثال بیان فرمائی: فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ ﴿٥٠﴾ كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنفِرَةٌ ﴿٥١﴾ فَرَّتْ مِن قَسْوَرَةٍ ﴿٥٢﴾ (المدثر: ۵۰-۵۲): فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ ﴿٥٠﴾ کیا ہو گیا ہے ان لوگوں کو، کیسے پاگل اور بیمار ہو گئے ہیں کہ نیک باتوں اور نصیحتوں سے بھاگ رہے ہیں كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنفِرَةٌ گویا یہ بدکے ہوئے گدھے ہیں فَرَّتْ مِن قَسْوَرَةٍ جو شیر کو دیکھ کر دوڑے ہیں۔ تو جیسا کہ میں نے انسانی بدن کے ایک جز کی مثال آپ کے سامنے رکھی ہے جب یہ بیماری روحانی طور پر انسانوں میں پھیلتی ہے تو بالکل یہی نظارہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ تقویٰ کی باتوں سے دوڑتے ہیں اور گھبراتے ہیں اور متنفر ہو جاتے ہیں۔ حُمُرٌ مُّسْتَنفِرَةٌ بہت ہی خوبصورت مثال قرآن کریم نے بیان فرمائی اور ساتھ گدھا کہہ کر یہ بتا دیا کہ ان کی عقلیں ماری جاتی ہیں۔

عقل جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا۔ دراصل تقویٰ اور فجور کے احساس کے ملنے سے، فجور کے علم اور شعور کے ملنے سے پیدا ہوتا ہے اور سچائی کے بغیر کوئی تقویٰ نصیب نہیں ہوسکتا۔ اس مضمون کو آپ آگے بڑھاتے چلے جائیں تو آپ حیران ہوں گے کہ یہی مضمون آپ کو منزل بہ منزل آپ کا ہاتھ پکڑ کر آپ کو آگے اور مزید آگے بڑھاتا چلا جائے گا۔ ایک کے بعد دوسری چوٹی آپ سر کریں گے روحانی دنیا کی یہاں تک کہ آپ محسوس کریں گے کہ آپ رفتہ رفتہ توحید خالص کی طرف بڑھ رہے ہیں۔

میں نے ایک پچھلے خطبہ میں ایک دوسری آیت آپ کے سامنے رکھی تھی جس میں لفظ فرار استعمال ہوا ہے۔ وہاں یہ فرمایا گیا تھا فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ (الذاریات:۵۱) اللہ کی طرف دوڑو۔ یعنی گھبراہٹ کے مواقع تو تمہیں ضرور ملیں گے، خطرات تمہیں دکھائی دیں گے اور تم نے دوڑنا بہرحال ہے۔ دو ہی رستے تمہارے لئے ہوسکتے ہیں اگر تو تم پاگل ہو اور گدھے ہو تو اچھی چیزوں سے بھاگو گے اور اس طرح بھاگو گے کہ تم پھیل جاؤ گے چاروں طرف تمہاری کوئی Direction نہیں ہوگی، کوئی رخ نہیں ہوگا۔

اب یہ دیکھئے قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت کے وہاں فرمایا كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ﴿۵۱﴾ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ﴿۵۲﴾ شیر سے بدک کر جب گدھے بھاگتے ہیں، ان کے غول تتر بتر ہوتے ہیں تو ان کا کوئی رخ نہیں ہوا کرتا، کوئی منزل نہیں ہوا کرتی۔ جس طرف منہ اٹھتا ہے جس گدھے کا اس طرف وہ نکل جاتا ہے اور چاروں طرف وہ جنگل میں منتشر ہو جاتے ہیں حالانکہ اس سے پہلے وہ غول در غول اکٹھے سفر کرتے ہیں۔ ان میں ایک لیڈر بھی ہوا کرتا ہے جس طرف وہ جائے اس طرف وہ پیچھے دوڑ رہے ہوتے ہیں تو ان کا تمام اتحاد منتشر ہو جاتا ہے، ان کی ساری توحید پارہ پارہ ہو جاتی ہے۔

تو ہر جگہ فجور آپ کو توحید کے دشمن دکھائی دیں گے اور یہ نظارہ آپ دیکھیں گے کہ ان لوگوں کی پھر کوئی منزل، کوئی راہ متعین نہیں رہتی جو فجور میں مبتلا ہو جاتے ہیں، جن کو فجور کا شعور نہیں رہتا۔ دوسری طرف بھی فرار کا لفظ استعمال فرمایا لیکن ایک رخ اور منزل کو دکھاتے ہوئے۔ فرمایا فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ خوف تمہیں بھی محسوس ہوں گے لیکن ان خوفوں کے نتیجے میں اگر تم تقویٰ رکھتے ہو تو بھاگ کر منتشر نہیں ہو گے بلکہ خدا کی طرف بڑھو گے۔ پس ہم تمہیں نصیحت کرتے ہیں کہ ہمیشہ جب

تمہیں کوئی خوف محسوس ہوا پنا رخ خدا کی طرف رکھنا اور اسی کو اپنی آخری منزل سمجھنا۔تو غیر اللہ سے بھاگ کر خدا کی طرف آنا یہ تو حید کا پہلا سبق ہے جو ہمیں تقویٰ نے سکھایا۔

ہر غیر اللہ سے خدا کی طرف دوڑنا۔اب غیر اللہ کون ہے اس کا شعور ہر انسان کا الگ الگ ہے۔اسی لئے میں نے آپ سے عرض کیا تھا کہ قرآن کریم نے جب فرمایا فَأَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا تو جو لفظ پہلے ہے پہلے اس کو سمجھ لیں پھر تقویٰ کے دوسرے مضمون کی سمجھ آئے گی۔ پہلا جو حصہ ہے فجور کے شعور کا اس کے بغیر صحیح معنوں میں آپ کو توحید کی اس منزل کی بھی پوری آگاہی نہیں ہوسکتی۔ ہر شخص جو کسی برائی یا بدی سے بھاگ کر خدا کی طرف جاتا ہے وہ توحید کی طرف جاتا ہے اس میں کوئی شک نہیں لیکن بہت سی ایسی خوف کی اور باتیں بھی ہیں جن سے وہ نہیں بھاگا۔اس لئے توحید ایک ہوتے ہوئے بھی دراصل اس کے لئے ایک نہیں رہتی ۔ بہت سے توحید کے ایسے عرفان ہیں جن سے وہ واقف نہیں اور اس کے نتیجے میں غیر اللہ سے اس کا تعلق قائم رہتا ہے۔اس لئے ہم نے چونکہ یہ عہد کیا ہے کہ تمام دنیا کو، تمام بنی نوع انسان کو امت واحدہ بنانا ہے اسی لئے جماعت احمدیہ کو توحید کے مضمون پر بہت گہرے غور اور فکر کی ضرورت ہے اور جتنا آپ زیادہ اس کا علم پائیں گے اور میں آپ کو یہ بتا دیتا ہوں کہ **تقویٰ کی راہ کے بغیر آپ کو توحید نہیں مل سکتی**۔ وہی قرآن آپ پڑھیں گے آپ کو نہیں سمجھ آئے گی وہ کیا کہہ رہا ہے۔ وہی حدیث آپ پڑھیں گے آپ کو کچھ سمجھ نہیں آئے گی۔ وہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی کتابیں آپ کے زیر مطالعہ ہوں گی لیکن آپ کو نہیں سمجھ آئیں گی کیونکہ تقویٰ ہی وہ روشنی ہے جو توحید کی راہ دکھاتی ہے۔تقویٰ وہ اندرونی نور ہے جس کے ذریعے، جس مشعل کو ہاتھ میں لے کر آپ ساری روحانی مسافتیں طے کرتے ہیں۔

تو اس ضمن میں جیسا کہ میں نے پہلے بیان کیا تھا تقویٰ کا سفر جو توحید کی طرف شروع کرنا ہے اس کو پہلے اپنے دل سے شروع کریں اور خدا نے آپ کے اندر جو سچائی چھاپی ہوئی ہے اور ایک لمبے عرصہ سے آپ کو سچائی پر چلایا ہے۔ جانور کیوں جھوٹ نہیں بولتے ، جو کچھ ہے وہی بیان کرتے ہیں ، ناراض ہیں تو ناراض ہوں گے، خوش ہیں تو خوش ہوں گے ان کے اندر کوئی منافقت نہیں پائیں گے آپ۔اتنا لمبا عرصہ خدا نے بیکار تو ان چیزوں کو اس طرح پیدا کیا نہیں تھا، بیکار تو نہیں اس منزل پر چلایا تھا۔ اُولِی الْاَلْبَابِ کے متعلق خدا فرماتا ہے جب وہ غور کرتے ہیں کائنات

کی ان چیزوں پر تو بے اختیار پکار اٹھتے ہیں :رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۲﴾ (آل عمران:۱۹۲)

پس اس بات پر آپ غور کریں کہ اگر جانور سچے نہ ہوتے اور جانوروں کا رخ تقویٰ کی بجائے فجور کی طرف ہوتا تو تمام Evolution کے رستے بند ہو جاتے۔ اس وقت سے پھر ارتقاء کا کوئی سوال باقی نہیں رہتا تھا بلکہ لازماً ترقی معکوس شروع ہو جاتی۔ جیسا کہ سورۃ التین کا میں نے حوالہ دیا ہے اس میں اس ترقی معکوس کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ انسان کو ہم نے بڑی بلند منازل کو حاصل کرنے کے لئے ، ان پر قدم رکھنے کے لئے پیدا کیا تھا لیکن اس نے الٹی راہ شروع کر دی اور اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ (التین:٦) تک جا پہنچا۔ تو دراصل تقویٰ اور سچائی کے ملنے سے آپ کو ترقی کا ہر سفر شروع ہوتا ہوا اور بالآخر اپنے منتہیٰ تک پہنچتا ہوا دکھائی دے گا اور اس کو آپ سائنسی نقطۂ نگاہ سے مشاہدہ کریں، بار بار مشاہدہ کریں آپ اس میں کوئی استثناء نہیں دیکھیں گے، کوئی تبدیلی نہیں دیکھیں گے۔ اربوں سال تک خدا نے زندگی کو تقویٰ سکھایا اور سچائی سکھائی اور ان کے باہم ایک دوسرے سے ملنے سے عقل اور شعور نے ترقی کی اور ان کے ملنے سے زندگی ہمیشہ ترقی کی راہ پر گامزن رہی اور جب یہاں کوئی کمزوری پیدا ہوئی اسی وقت اس زندگی کے حصے نے تنزل اختیار کرنا شروع کر دیا۔ وہ کمزوری بالارادہ اس نے نہیں دکھائی حالات کی مجبوری سے بعض کمزوریاں پیدا ہوئی ہیں لیکن نتیجہ وہی نکلا کہ ترقی وہاں رک گئی۔ انسان ہوتے ہوئے آپ کیسے ترقی کر سکیں گے اگر اس اربوں سال کی کمائی کو اپنے ہاتھ سے پھینک دیں گے اور سچائی سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے اور اس تقویٰ سے منہ موڑ لیں گے جو آپ کی فطرت میں خدا تعالیٰ نے نقش فرمایا ہوا ہے۔ باقی سب قصے ہیں، جھوٹ ہیں، باتیں ہیں، ارادے ہیں ہم نے دنیا کی تقدیر بدلنی ہے۔ جو اپنی تقدیر نہیں بدل سکتا وہ دنیا کی کیسے تقدیر بدل سکتا ہے۔

اس لئے حقائق کی دنیا میں اتریں **خوابوں کی دنیا میں نہ رہیں بہت بڑے بڑے کام جماعت احمدیہ نے کرنے ہیں اور بفضلہ تعالیٰ جماعت احمدیہ اس کے لئے پیدا کی گئی ہے اور خدا تعالیٰ آپ کو نہیں چھوڑے گا جب تک ان کاموں کے اہل نہیں بنا دیتا** کیونکہ اس نے اپنے انبیاء سے وعدے کر رکھے ہیں کہ آخرین میں وہ جماعت پیدا ہوگی جو دین محمد مصطفی ﷺ کو تمام ادیان پر غالب کر دے گی۔ ہماری خاطر نہ سہی ان پیارے مونہوں کی خاطر جن سے خدا نے یہ وعدے کئے ہیں وہ ضرور جماعت کو منزل تک پہنچائے گا لیکن اس منزل

تک پہنچنے کے لئے ہم سب کو محنت کرنی پڑے گی ، ہم سب کو اس میں حصہ لینا پڑے گا جانفشانی کے ساتھ محنت اور خلوص کے ساتھ اوراس کا آغاز اپنے نفس سے کرنا ہوگا۔ یہ سفر ورنہ آگے نہیں بڑھ سکتا۔

اس لئے اپنی دل کی سچائی کو ڈھونڈیں اور اپنے دل کی سچائی کو ڈھونڈ کر اس سے چمٹ جائیں اس سے کبھی علیحدہ نہ ہوں۔ بظاہر یہ ایک چھوٹی سی بات ہے لیکن بہت ہی بڑی بات ہے۔ لاکھوں انسانوں میں آپ کو شاید ایک آدمی ایسا دکھائی دے گا جو حقیقۃً دل کی سچائی سے چمٹا ہوا ہے۔ باقی کچھ قریب رہتے ہیں کچھ کبھی پاس آ گئے کبھی بھاگ گئے جس طرح مرغی کے چوزے کبھی ڈرتے ہیں تو ماں کے پروں کے نیچے بھی آجاتے ہیں پھر دور بھی ہٹ جاتے ہیں، کبھی بلی کا بھی شکار ہو جاتے ہیں۔ تو دل کی سچائی وہ چوزوں کی ماں مرغی ہے جس کے ساتھ رہنے، جس کی حفاظت میں رہنے کا شعور آپ کو سیکھنا ہوگا اور یہ شعور اپنے نفس میں ڈوبنے کے ذریعے آپ کو حاصل ہوتا ہے اوراس کا علم آپ کو اپنی زندگی کے ہر حرکت اور ہر سکون میں حاصل ہو جاتا ہے کیونکہ ایک بھی آپ کا ارادہ ایسا نہیں، ایک بھی آپ کی حرکت ایسی نہیں جس سے پہلے آپ کا نفس یہ فیصلہ کر نہیں چکا ہوتا کہ آپ نے سچائی کو پکڑنا ہے کہ جھوٹ کو پکڑنا ہے۔تقویٰ کی راہ اختیار کرنی ہے یا فجور کی راہ اختیار کرنی ہے۔

تو روزانہ بعض دفعہ سینکڑوں بعض دفعہ ہزاروں مواقع ایسے پیدا ہو رہے ہوتے ہیں جبکہ خدا اس اندرونی کسوٹی کو آپ کے سامنے رکھتا چلا جا رہا ہے اور آنکھیں بند کر کے آپ اس کو ہاتھ بھی لگاتے ہیں، معلوم بھی کر لیتے ہیں کہ اس کا کیا فیصلہ ہے اور پھر آنکھیں بند کر کے ہی اس سے گزر جاتے ہیں، دیکھتے نہیں کہ اس کسوٹی نے کیا رنگ آپ کو دکھایا تھا۔ کیا نور کا، روشنائی کا رنگ تھا یا اندھیرا اور تاریکی کا رنگ تھا۔ اس لئے دل سے پہلے اپنا تعلق جوڑیں اوراس فطری تقویٰ سے تعلق قائم کرنے کے لئے اپنے فجور کا علم کریں۔ گہری نظر سے اپنے نفس کا تجزیہ کریں، باہر سے کوئی آنے والا آپ کو نہیں بتائے گا کہ آپ کے اندر کیا نقائص ہیں وہ انہی نقائص کی بات کرتا ہے جو کھل کر منظر عام پر آچکے ہوتے ہیں اور گلیوں میں پھرتے ہیں جو دوسروں کے گھروں میں داخل ہو جاتے ہیں۔ ان نقائص سے وہ بے خبر ہے ہر دوسرا انسان جو دل میں پلتے ہیں اور پرورش پا رہے ہوتے ہیں اور ان جراثیم کی طرح جن کو ابھی قوت نصیب نہیں ہوتی لیکن وہ خاموشی سے کسی جگہ بیٹھ کر بڑی کثرت کے ساتھ نشو ونما پا رہے ہوتے ہیں یہاں تک کہ وہ غالب آتے ہیں۔ ان حالتوں کا اس کو اندازہ

نہیں۔اس لئے غیر جب آپ کو آپ کے نقائص بتائے گا تو وہ نقائص بتائے گا جن سے آپ مغلوب ہو چکے، جن کے سامنے آپ نے اپنی بازی ہار دی ہے۔وہ نقائص جن سے آپ کی جنگ جاری ہے اس کا تو خدا اور خدا کے فرشتوں کے سوا جو اس بات پر مقرر ہیں کسی کو کچھ علم نہیں ہاں آپ کو علم ہوسکتا ہے کیونکہ خدا فرماتا ہے فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا اگر کوئی انسان چاہے تو ہم یقین دلاتے ہیں کہ ہم نے الہام کیا اس کے اوپر، ہم نے اس کو باخبر کر دیا ہے بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ﴿۱۵﴾ وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ﴿۱۶﴾ (القیامة: ۱۵-۱۶) خبردار! انسان اپنے اندرونے سے خوب واقف ہے وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ﴿۱۶﴾ خواہ کتنے بڑے بڑے عذر تراش کے وہ پیش کرے کہ نہیں نہیں مجھے تو کچھ پتا نہیں تھا مجھ سے تو یہ بات یوں ہوگئی، مجھ سے تو یہ بات یوں ہوگئی۔جب خدا فرماتا ہے کہ ہم نے سب کچھ تمہیں بتا دیا ہے تو پھر خدا اور اس کے مقرر کردہ فرشتوں کے بعد ہر انسان کو اپنے فجور کا پتا ہے اور اس کے غیر کو اس کا کچھ پتا نہیں۔

اس لئے وہاں سے کام شروع کریں جہاں ابھی آپ کے اختیار میں ہے۔جب یہ جراثیم غالب آجاتے ہیں پھر تو آپ بخار میں مبتلا ہو جاتے ہیں پھر تو آپ کو متلی کی شکایت ہو جاتی ہے، سر درد ہوتی ہے، جوڑ جوڑ ٹوٹتا ہے ایسی کیفیت ہوتی ہے کہ آپ اپنے آپ کو سنبھال ہی نہیں سکتے۔اتنے تھوڑے سے جراثیم کہ جسم کے کسی ایک حصے میں اتنی مقدار میں موجود ہیں کہ ان کو عام کسی چیز پر، تکڑی پر تولیں تو آپ تول بھی نہیں سکتے۔خاص قسم کی وہ حس والی تکڑیاں ان کے لئے ایجاد کی جاتی ہیں اور وہ آپ پر غالب آئے ہوئے ہیں، سارے جسم کا حلیہ بگاڑ دیا ہے انہوں نے لیکن اگر پہلے پتا چل جائے جب وہ ابھی داخل ہو رہے ہیں اور کام کر رہے ہیں اس وقت اگر جسم ان کے خلاف ردعمل کر دے تو پھر ضرور ان پر وہ قابو پا سکتا ہے۔اور عجیب شان ہے قرآن کریم کی اس آیت کی کہ جسم کو ہر بیماری کا پہلے پتا چل جاتا ہے سوائے اس کے کہ کوئی جسم اپنی عادتیں بگاڑ کر خود اپنے فجور سے غافل ہونا سیکھ لے ورنہ ہر انسانی جسم کو ان بیماریوں کے آغاز پر اس کا پتا چل جاتا ہے اس کے شعور کو پتا نہ بھی ہو لیکن اس کے لاشعور کو پتا چل جاتا ہے۔بعض دفعہ لاشعور کو بھی کچھ پتا نہیں ہوتا لیکن وہ فوج جو خدا نے انسانی خون میں بنائی ہوئی ہے جس کا انسانی دماغ سے کوئی تعلق نہیں اس فوج میں جو خدا نے الہام کیا ہوا ہے اور وہ فوج ایسی ہے جس کی بیشمار چھاؤنیاں ہیں، بیشمار ان کی رجمنٹس ہیں جہاں وہ پیدا کی جاسکتی ہے اور اچانک تھوڑے

سے نوٹس پر لاکھوں کروڑوں اربوں کی تعداد میں خاص قسم کے سپاہی، خاص قسم کے ہتھیاروں سے مسلح ہو کر ایک معین دشمن کے مقابلے کے لئے تیار ہو سکتے ہیں ایسا زبردست انتظام ہے لیکن اس کے لئے شرط ہے فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا فجور کا پتا ہونا چاہئے۔ بعض بیماریوں میں جب یہ نظام متاثر ہو جاتا ہے کہ فجور کا علم نہیں رہتا تو پھر انسانی جسم کسی قسم کا اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور ایسی بھی بعض بیماریاں ہوتی ہیں جو اس الہام کے مقام پر جہاں وہ الہام نازل ہوا ہے فجور کا اس حصے پر حملہ کر کے اس کو نقصان پہنچا دیتی ہیں۔

پس اسی طرح انسانی تجارب نے اس کے روحانی معاملات میں بھی جس شخص کو ہم پکا گناہگار کہتے ہیں، جس کو قرآن کریم کی اصطلاح میں کہا جاتا ہے کہ اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓـَٔتُهٗ (البقرہ:۸۲) اس کی برائیوں نے اس کا گھیرا ڈال لیا ہے اس کا ترجمہ یہ ہے۔ ان لوگوں کے دماغ میں یہ رخنہ پڑ جاتا ہے کہ وہ آغاز کا معلوم ہی نہیں کر سکتے کہ کب حملہ ہوا، کیسے ہوا ہے، کتنے حملہ آور ہیں اور ان کا دفاع کیسے کیا جائے گا۔ پس آپ کو بحیثیت ایک باشعور مسلمان کے آپ کو ان قوتوں کو ضائع نہیں کرنا چاہئے ورنہ آنکھیں بند کر کے بعض جرائم کرتے چلے جائیں یہاں تک کہ ضمیر کی آواز مر جائے، بولتے بولتے تھک جائے، اس کا گلا بیٹھ جائے وہ آپ کو متنبہ کرتی ہے اور آپ اس کی طرف متوجہ نہ ہوں تو پھر لازماً آپ کا وہ گناہ اس مقام تک آپ کو پہنچا دے گا جس کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے کہ ہاں اس کے سوا جس کی برائیوں نے اس کا گھیرا ڈال لیا ہو باقی سب برائیاں جو ہیں وہ معاف کی جا سکتی ہیں، وہ زائل ہو سکتی ہیں اور وہاں پہنچ کر انسانی دماغ پھر جاتا ہے پھر اس کو پتا ہی نہیں لگتا مجھ سے ہو کیا رہا ہے۔

تو اپنا فجور کا شعور بیدار کریں اور اس کے نتیجے میں آپ اپنے اندرونی طور پر ایک ایسا سفر شروع کر دیں گے جس کی کوئی حد نہیں ہوگی۔ شروع شروع میں آپ دیکھیں گے یہ موٹے موٹے بعض گناہ دماغ میں آ رہے ہیں۔ اس کے بعد جب آپ اور سفر کریں گے تو باریک در باریک گناہوں کی طرف توجہ پیدا ہونی شروع ہوگی۔ پھر آپ یہ دیکھ کر حیران رہ جائیں گے کہ آپ کی نیتوں بیچاریوں کا کوئی حال نہیں تھا جن کو آپ اچھا سمجھ رہے تھے اس میں تو سوراخنے تھے۔ بدی تو درکنار ہر فیصلہ جو آپ نیکی کے نام پر کر رہے تھے اس میں بھی بعض کیڑے پڑے ہوئے تھے۔ اتنے خوفناک مناظر آپ کو نظر

آئیں گے کہ آپ کا دل بیٹھنے لگے گا اس کیفیت سے لیکن حوصلہ نہیں ہارنا کیونکہ قرآن کریم نے اس کا جواب آپ کو عطا فرما دیا ہے۔ فرمایا فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ اس صورت میں اپنے رب کی طرف رجوع کرو، اپنے رب کے حضور دوڑو اور اس سے عرض کرو اے خدا! ہم تو ہر طرف سے گھیرے میں آئے ہوئے ہیں۔ ہر طرف ہم نے اپنے اندر گند دیکھا ہے اور نقص دیکھے ہیں، بیماریاں پائی ہیں اب تیرے سوا ہمارا کوئی ملجاء اور ماویٰ نہیں ہے ہماری ہر اس بیماری اور مخفی در مخفی بیماری سے ہمیں بچا اور اپنی پناہ میں لے لے، اپنی گود میں اٹھالے۔ یہ مضمون جو ہے یہ بھی بہت عظیم الشان مضمون ہے اس کے بعد پھر اگلا سفر کیا شروع ہوتا ہے وہ انشاء اللہ میں آئندہ کسی خطبہ میں بیان کروں گا لیکن ہر چھوٹے بڑے کو اس فجور کے علم کا سفر لازماً اختیار کرنا چاہئے اور بڑی توجہ سے اختیار کرنا چاہئے اور بڑی باریک نظر سے اختیار کرنا چاہئے تب اس کو پتا چلے گا کہ جو غیر کی نظر جو اس کو سمجھتی تھی اگر وہ بد سمجھتی تھی تو اس سے بہت زیادہ اس نے اپنے آپ کو بد پایا اور اگر وہ نیک سمجھتی تھی تو اس کے جواب میں آپ اس کے سامنے یہی کہیں گے کہ سوائے خدا کے کوئی نیک نہیں ہے اور میں نے تو اپنے اندر کمزوریوں کے سوا کچھ بھی نہیں دیکھا۔ یہ وہ مقام عجز ہے جس طرف یہ تقویٰ آپ کو لے کر جاتا ہے اور جس کے بعد خدا کے سوا کوئی سہارا دکھائی نہیں دیتا، کوئی ذاتی نیکی آپ کے کام نہیں آسکتی اور یہ پہلا توحید کا سبق ہے جو انسان کو اس طرح میسر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توحید کے اعلیٰ مطالب تک آگاہی بخشے اور اپنے فضل کے ساتھ ان بلند تر چوٹیوں کو سر کرنے کی توفیق عطا فرمائے جن کی طرف اب ہم اس حالت میں دیکھیں تو اوپر دیکھتے ہوئے پگڑی گرتی ہے، اتنی دور کی منازل دکھائی دیتی ہیں کہ یوں معلوم ہوتا ہے ہماری استطاعت نہیں ہے کہ ہم اس تک پہنچ سکیں۔